Majallah-yi Talim o Tahqiq
مجلہ تعلیم و تحقیق
Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem, Sector H-15, Islamabad, Pakistan
مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان
ISSN (P): 2618-1355, ISSN (Online): 2618-1363
Issue 1,Vol 7, January- March,2025
شمارہ ۱، جلد ۷، جنوری—مارچ، ۲۰۲۵

انتقامی رویوں کے اسباب اور اصلاح کا نبوی منہج: ایک تجزیاتی مطالعہ

Causes of vindictive behavior and the Prophetic method of correction: An analytical study

اقصیٰ رضوان[1]
ڈاکٹر نور حیات خان[2]

Abstract:
This research delves into the causes and dynamics of retaliatory behaviors and analyzes Prophetic practices for their resolution and transformation. It recognizes underlying causes such as injustice, emotional dysregulation, and social pressures. The research emphasizes the Prophet Muhammad's (peace be upon him) mercy, patience, and justice approach to counteract negative tendencies and foster reconciliation.
The study examines historical examples and ties them to contemporary issues, illustrating how the Prophet method can resolve issues such as interpersonal conflict, social unrest, and polarization of the community.
KEYWORDS: Retaliatory Behaviors, Mercy, Social unrest, Patience, Interpersonal conflict, Quranic guidance.

[1] BS, Student of Islamic Thought & Culture, NUML, Islamabad.
[2] Associate professor, Department of Islamic Thought & Culture, NUML, Islamabad.

انتقام کی تعریف

لغوی: عربی زبان میں لغوی طور پر ناراضگی اور انتقام کی معنی دیتا ہے، انتقام (سزا دینے) اور (بدلہ لینے) کے[3] معنی میں مستعمل ہے۔

اصطلاحی مفہوم: انتقام کے عمل میں ایک فرد یا گروہ کسی دوسرے فرد یا گروہ کے خلاف ان کے کیے گئے نقصان یا ذلت کا بدلہ لینے کی کوشش کرتا ہے[4]۔ یہ ایک جذباتی اور نفسیاتی رد عمل ہے، جس کا مقصد کسی کے پہنچائے نقصان کا ازالہ کرنا یا اس کے ساتھ کچھ ایسا کرنے کا ارادہ رکھنا ہے جو متاثرہ فرد کو تسکین دے یا اس کی عزت نفس کو بحال کرے۔

رویے کی تعریف

رویے کسی شخص یا گروہ کی جانب سے کی جانے والی وہ جسمانی یا ذہنی وہ کارروائیاں ہیں، جو وہ اپنے ماحول یا حالات کے جواب میں انجام دیے جاتے ہیں۔ یہ رویے انسانی فطرت کا بنیادی حصہ ہوا کرتے ہیں، جو مختلف عوامل: جذبات، تربیت، ثقافت اور سماجی وغیرہ جیسے حالات سے متاثر ہوتے ہیں[5]۔

انتقامی رویے اور سماج

انتقامی رویے انسانی فطرت کا ایک پہلو ہیں، جو کئی عوامل سے متاثر ہوتے ہیں، جیسے کہ ثقافتی پس منظر، انفرادی تجربات، اور سماجی حالات۔ یہ رویے بعض اوقات فرد کی خود حفاظت یا عزت نفس کے تحفظ کے لیے پیدا ہوتے ہیں، لیکن اگر یہ حد سے بڑھ جائیں تو سماج میں عدم استحکام پیدا کر سکتے ہیں۔ کسی معاشرے کے مہذب ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وہاں بسنے والے اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کا کیسے اور کتنا خیال رکھتے ہیں۔ دھکم پیل، شور و غوغا، نفسا نفسی اور خود غرضی پر مبنی رویے معاشرے میں انحطاط اور بگاڑ کی نشانی ہیں جبکہ رواداری، حساسیت، باہمی احترام اور تحمل و برداشت پاکیزہ اور انسان دوست معاشروں کی خصوصیات ہیں[6]۔ ان انتقامی رویوں کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں، ان میں سے چند رویوں کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے:

ذاتی انتقام اور اس کی وجوہات

ذاتی انتقام سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے خلاف اپنی ذات کے لیے بدلہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ عمل عموماً اس وقت وقوع پذیر ہوتا ہے، جب ایک فرد کو دوسرے کی جانب سے کوئی نقصان، توہین یا ظلم کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ذاتی انتقام میں جذباتی عناصر جیسے غصہ، حسد، یا درد وغیرہ شامل ہوتے ہیں، جس میں عموماً عقل کی بجائے جذبات کا عمل دخل ہوتا ہے۔

وجوہات: ذاتی انتقام کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں، جو ہر فرد کی حالات، تجربات اور جذبات پر منحصر ہوتی ہیں۔ یہاں چند عام وجوہات بیان کی جاتی ہیں، جو ذاتی انتقام کی تحریک بن جاتی ہیں:

3۔ دیکھئے: بلیاوی، عبد الحفیظ، ابوالفضل، مولانا، مصباح الغات، مکتبہ قدسیہ اردو بازار لاہور، ص: 867۔

4۔ دیکھئے:
https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%A7%D9%86%D8%AA%D9%82%D8%A7%D9%85۔

5۔ عمر شگفتہ، "اخلاقی انحطاط، ہم جنسیت پر مبنی رویے اور عذابِ الٰہی: قوم لوط کے تناظر میں." The Journal of Arts, Sociology and Humanities، (JASH) 2, no. 2 (2024): 36-52.

6۔ کامران ملک، ہمارے سماجی رویے، تاریخ اشاعت 02-12-2013
https://dunya.com.pk/index.php/author/kamran-malik/2013-12-02/5212/6870396

- **دھوکہ یا بے وفائی:** جب کسی کو دھوکہ دیا جاتا ہے یا اس سے بے وفائی کی جاتی ہے، تو وہ شدید غصے اور تکلیف میں مبتلا ہو سکتا ہے، جس کے نتیجے میں انتقامی جذبات جنم لے سکتے ہیں۔ یہ بے وفائی رشتہ داری، دوستی، یا کاروبار میں بھی ہو سکتی ہے۔
- **غصہ اور مایوسی:** اگر کسی شخص کو احساس ہوتا ہے کہ اسے بے انصافی کا شکار بنایا گیا ہے یا اس کی عزت و وقار کو ٹھیس پہنچی ہے، تو وہ انتقام کے بارے میں سوچ سکتا ہے۔ بعض اوقات یہ غصہ اور مایوسی فرد کو اس بات پر مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لیے انتقام لے۔
- **توہین یا تضحیک:** اگر کسی کو کسی دوسرے فرد یا گروہ کی طرف سے توہین یا تضحیک کا سامنا ہو، تو اس کا ردعمل انتقام کے طور پر سامنے آ سکتا ہے۔ ایسا شخص اپنے عزت نفس کا دفاع کرنے کے لیے انتقام لینے کی کوشش کر سکتا ہے۔
- **احساسِ حقارت:** جب کسی کو احساس ہوتا ہے کہ اس کا احترام نہیں کیا گیا یا اسے کمتر سمجھا گیا ہے، تو وہ انتقام کے ذریعے اپنے آپ کو طاقتور یا اہم ثابت کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔
- **جذباتی تکلیف:** ذاتی انتقام کا مقصد کبھی کبھار صرف اس جذباتی تکلیف کو کم کرنا ہوتا ہے جو کسی دوسرے فرد کی وجہ سے ہوئی ہو۔ جب ایک شخص کسی کی طرف سے جسمانی، ذہنی یا جذباتی نقصان کا شکار ہوتا ہے، تو وہ اپنی تکلیف کا بدلہ لینے کے لیے انتقام پر عمل کرتے ہے۔
- **مایوسی اور انصاف کا فقدان:** جب کسی شخص کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اسے نظامِ انصاف سے مدد نہیں مل رہی یا اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو رہی ہے، تو وہ خود انصاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ صورتحال عموماً ظلم یا ناانصافی کے احساس سے جنم لیتی ہے۔
- **ماحول یا ثقافتی عوامل:** بعض ثقافتوں یا معاشروں میں انتقام کو عزت یا خودداری کے تحفظ کا حصہ سمجھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے فرد کو انتقام لینے کی ترغیب ملتی ہے۔ ان حالات میں انتقام ایک طرح سے عزت و وقار کی بحالی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔
- **ماضی کے تجربات اور حوادث:** کچھ افراد کے ماضی میں ایسے تجربات ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے وہ انتقام کو ردعمل کے طور پر دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر، بچپن میں زیادتی یا ناروا سلوک کا شکار ہونے والے افراد بڑی عمر میں انتقامی جذبات کا شکار ہو سکتے ہیں۔
- **جعلی پروفائلز اور بدلے کی کارروائیاں:** آج کے دور میں سوشل میڈیا پر دوسروں کی زندگیوں کو بدنام کرنا یا ذاتی معلومات کو افشا کرنا ایک عام سی بات ہو گئی ہے، اور کئی افراد اپنے ذاتی انتقام کے طور پر ان طریقوں کا استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً، کسی نے کسی سے ذاتی طور پر ناراض ہو کر اس کے خلاف جعلی پروفائلز بنانا، اس کی تصاویر یا معلومات غیر قانونی طور پر پھیلانا، یا اس کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کرنا۔

آج کے دور میں دھوکہ، فریب اور کسی کو استعمال کرنا بہت عام ہو گیا ہے۔ جب کوئی کسی کو دھوکہ دے گا، کسی کی زندگی کو برباد کرے گا۔ تو اگلے انسان میں بدلہ لینے کا جذبہ پیدا ہو گا، کیوں کہ ہر انسان کو اپنی عزت پیاری ہوتی ہے۔ ٹھیس پہنچنے کے نتیجہ میں انسان کو غصہ آتا ہے اور انتقام لینے کے طریقے تلاش کرتا ہے۔

تاہم سیرتِ نبوی ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لینا مناسب عمل نہیں، بلکہ کسی کے زیادتی کو معاف کرنا بہتر بتایا گیا ہے۔ یا پھر اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے، کیوں کہ اس کی ذات بہتر **منتقم** ہے، جو اپنے بندوں کے ساتھ زیادتی کو بھول نہیں جایا کرتا، جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا[7]

اور تمہارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

7۔ سورۃ مریم:64

مذہبی انتقام اور اس کی وجوہات

مذہبی انتقام سے مراد ایسی کارروائی یا عمل ہے، جس میں کوئی فرد یا گروہ اپنے مذہب کے نام پر کسی دوسرے فرد یا گروہ سے بدلہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ انتقام بعض اوقات مذہبی عقائد، نظریات یا مقدس مقامات کی توہین، تشہیر یا کسی دوسرے مذہب کے پیروکاروں کے خلاف ظلم و ستم کے جواب میں ہوتا ہے۔ مذہبی انتقام کی مثالیں تاریخ میں مختلف مواقع پر دیکھی گئی ہیں، جہاں مختلف مذاہب کے پیروکاروں نے ایک دوسرے کے خلاف تشدد یا انتقامی کارروائیاں کی ہیں۔ یہ عمل بعض اوقات معاشرتی، سیاسی یا اقتصادی وجوہات کی بنا پر بھی ابھرتا ہے، لیکن اس کی بنیاد ہمیشہ مذہبی جذبات اور عقائد پر ہوتی ہے۔ مذہبی انتقام کے نتیجے میں عام طور پر معاشرتی تناؤ، جھگڑے، اور جنگ و جدل کی صورت حال پیدا ہوتی ہے، جو انسانی زندگی کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ سورۃ فیل[8] کے تناظر میں اس وجہ کو تلاش کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح ابرہہ نے مذہبی انتقام کے نتیجہ میں اپنے لشکر کو کیسے تباہی سے دوچار کیا۔

مذہبی انتقام کی وجوہات

مذہبی انتقام کی وجوہات پیچیدہ اور مختلف نوعیت کی ہو سکتی ہیں اور یہ کئی عوامل پر منحصر ہوتی ہیں، جن میں ثقافتی، سماجی، سیاسی اور مذہبی پہلو شامل ہیں۔ مذہبی انتقام عموماً اس وقت ہوتا ہے، جب ایک گروہ یا فرد اپنے مذہب کی توہین یا مخالفین کی جانب سے کسی زیادتی کو ذاتی یا اجتماعی طور پر محسوس کرتا ہے اور اس کا جواب دینے کے لیے انتقامی کارروائی کرتا ہے۔ کچھ اہم وجوہات درج ذیل ہیں:

مذہبی دہشت گردی اور بنیاد پرستی: کچھ افراد یا گروہ اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ اگر ان کے مذہب پر حملہ کیا جائے تو اس کا جواب پر تشدد انتقامی کارروائی سے دینا ضروری ہے۔ اس نظریے کو عموماً بنیاد پرستی یا انتہا پسندی کا نام دیا جاتا ہے، جہاں فرد یا گروہ اپنے مذہب کے دفاع کو ہر قیمت پر ضروری سمجھتے ہیں[9]۔

مثلاً: طالبان یا داعش جیسے گروہ، جو اپنے مذہب کے نام پر غیر مسلموں یا مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے خلاف پر تشدد انتقامی کارروائیاں مذہبی فریضہ شمار کرتے ہیں۔

مذہب کا سیاسی طور پر استحصال: جب مذہب کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، تو اس سے مذہبی انتقام کی صورت میں پیچیدگیاں بڑھ سکتی ہیں۔ کچھ حکومتی یا سیاسی قوتیں اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے مذہبی انتقامی بیانیے کو بڑھاوا دیتی ہیں، تاکہ مخالفین کو کچلا جا سکے[10]۔ جیسا کہ بش نے طالبان کے خلاف کاروائی کو کروسید کا نام دیا، جس کے نتیجہ میں لاکھوں انسانی جان کا ضیاع ہوا۔

مثلاً: بعض ممالک میں حکومتی سطح پر مذہب کے نام پر اقلیتی گروپوں کے نام پر سیاسی کارڈ استعمال کر کے انتقامی کارروائیوں کو جنم دیتے ہیں، جیسا کہ ہندوستان اور کئی مغربی ممالک نے اس طرح کئی مرتبہ مذہب کو بطورِ سیاست استعمال کر کے استحصال کیا ہے۔

مذہبی فسادات: بعض اوقات مذہبی انتقامی کارروائیاں خاص طور پر ان علاقوں میں وقوع پذیر ہوتی ہیں، جہاں مذہبی فسادات یا جھگڑے بڑھ جاتے ہیں۔ اس میں ایک گروہ دوسرے گروہ کی عبادات گاہوں، عقائد یا شخصیتوں کو نشانہ بناتا ہے[11]۔

8۔ مثلاً دیکھئے: مذہبی انتقام کے اسباب و پسِ منظر میں سورۃ فیل کا مطالعہ، سید ابوالاعلی، تفسیر تفہیم القرآن، ادارہ معارف اسلامی لاہور۔

9 Juergensmeyer, M. (2003). “Terror in the Mind of God”: The Global Rise of Religious Violence, University of California Press.

10 Asad, T. (2003). "Formations of the Secular: Christianity, Islam, Modernity." Stanford UniversityPress.

11- Gurr, T. R. (1993). "Minorities at Risk: A Global View of Ethnopolitical Conflicts." Washington, D.C.: US Institute of Peace Press

مثلاً : بھارت میں 2002 کے گجرات فسادات، جہاں ہندوؤں نے مسلمانوں کے مذہبی مقدسات اور کاروباری مراکز کو نشانہ بنایا تو ان کے درمیان مذہبی تناؤ کے ساتھ انتقامی تشدد بھی دیکھنے کو ملا اور مسلمانوں کا حد درجہ مذہبی اور مالی نقصان ہوا۔

تعلیم و تربیت میں کمی کا اثر

انتقامی رویوں کو جنم لینے اور پروان چڑھانے کی وجوہات میں سے ایک وجہ تعلیم و تربیت میں کمی یا نقص ہے۔ تعلیم انسان کی شخصیت، خیالات اور رویوں پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے، جس کے اثر سے انتقام کے جذبات بھی متاثر ہو جاتے ہیں، ان اثرات کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

- **اخلاقی تعلیم** : اگر بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی اخلاقیات، ایمانداری اور معاف کرنے کی اہمیت سکھائی جائے، تو وہ بڑے ہو کر ان کے انتقامی جذبات اور رویوں میں کا پی کمی محسوس کیے جائیں گے۔
- **تناؤ کا انتظام** : تعلیم کے ذریعے افراد سیکھتے ہیں کہ تناؤ اور مشکلات کا سامنا کیسے کیا جائے۔ اگر کوئی شخص اپنی جذباتی حالت کو بہتر طور پر سمجھتا ہے، تو وہ انتقام کے منفی خیالات اور رویوں کو کم کر سکتا ہے۔
- **پیار اور ہمدردی کی تعلیم** : تربیت میں جب ہمدردی، محبت اور دوسروں کے جذبات کا احترام سکھایا جاتا ہو، تو افراد زیادہ مثبت اور تعمیری طریقوں سے اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے کے اہل ہوں گے، بجائے اس کے کہ انتقام کی راہ اختیار کریں[12]۔

تعلیمات نبوی ﷺ میں علم کی ترغیب

حضور ﷺ نے تحصیل علم کی بہت زیادہ ترغیب دی، جس کی بنا پر صحابہ نے زیادہ سے زیادہ حصول علم پر توجہ دی اور جہالت کے انتقامی رویوں کو مثبت رویوں، خیالات اور اعمال میں تبدیل کرنے میں کامیابی حاصل کی، آپ ﷺ نے اس سلسلے میں فرمایا:

تم میں سب سے بہترین وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ [13]

تعلیم و تربیت میں سیرت طیبہ کا اثر: آپ ﷺ کے الفاظ سادہ مختصر اور جامع ہوتے تھے۔ جس سے سننے والا کبھی اکتاہٹ کا شکار نہ ہوتا۔ مثلاً آپ ﷺ نے فرمایا علم وہ ہے جو نفع بخش ہو[14]، بہترین مالداری دل کی مالداری ہے[15]۔ ہر وقت نصیحت سے گریز کرتے تھے[16] اور موقع مناسبت کا خیال رکھتے۔ آپ ﷺ افراد کی نفسیات اور عادات کے مطابق برتاؤ کرتے تھے[17]۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی نارواشرائط پر صحابہ کرام میں شدید غم و غصہ پایا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب آپ نے انہیں قربانی

---

12 - ڈاکٹر زاہد منیر عامر، آئینہ کردار، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور، ص 19

13۔ صحیح بخاری، کتاب: فضائل القرآن، باب: خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ، ح: 4739

14 - صحیح بخاری، کتاب: فضائل القرآن، باب: خيركم من تعلم القرآن وعلمه، ح: 4739

15 - قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ، صحیح بخاری، باب الغنى غنى النفس، ح: 6081

16 - كَانَ النَّبِيُّ ﷺ «يتخوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الأَيَّامِ، صحیح بخاری ، باب مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لاَ يَنْفِرُوا ، ح: 68

17 - بعثنا معاشر الأنبياء نخاطب الناس عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ،السخاوي،الإمام شمس الدين محمد بن عبد الرحمن، المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، دار الكتاب العربي، س ن، ج۱، ص ۱۲۵

کرنے اور بال مونڈھوانے کا حکم دیا، تو وہ اپنی جگہ بیٹھے رہے، پھر آپ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰ سے مشورہ کرکے خود قربانی کرنے اور سر منڈھانے کا عمل انجام دیا، جس پر صحابہ کرام نے آپ کی پیروی کی[18]۔ جذبات شدید ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان پر زور دینا مناسب نہ سمجھا، جس سے ان کے جذبات اعتدال پر آگئے۔اسی طرح آپ ﷺ موقع محل کی مناسبت سے حالات اور واقعات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تربیت اور ذہنی افکار کی تطہیر کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ کا گزر بکری کے مرے ہوئے بچے کے پاس سے ہوا، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ اس بکری کے بچے کو کون خرید ناپسند کرے گا۔ صحابہ کرام میں سے کسی نے کہا ہم میں سے کوئی بھی اسے خرید ناپسند نہیں کرے گا کیونکہ ایک تو عیب دار ہے۔ دوسرے یہ مرا ہوا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس دنیا کی حقیقت تمہارے رب کے نزدیک اس بکری کے بچے سے زیادہ نہیں[19]۔

اس طرح آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے ذہنوں میں دنیا کی کم مائیگی کے احساس کو اس طرح پختہ کر دیا کہ مرتے دم تک اسے کوئی بھول نہ پایا ہوگا۔

موقع محل کی تربیت کے مراحل میں زجر و توبیخ اور سزا کا عمل ناگزیر ہے۔آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہ لیا اور نہ ہی جھگڑا کیا، البتہ اللہ کی حدود کو قائم کرنے کے معاملے میں آپ ﷺ زرہ برابر سستی برداشت نہیں کرتے تھے۔

مشہور مقولہ ہے کہ امید پے دنیا قائم ہے، تربیت کے مراحل میں امید کی بہت زیادہ اہمیت ہے نبی کریم ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ اچھے وقت کی امید دلائی، جس وقت کفار کا غلبہ تھا، مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا تھی، ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی، اس موقع پر نبی کریم ﷺ کی حوصلہ افزائی اور پر امید بشارتوں[20] نے مسلمانوں کو حوصلہ اور ہمت دلائی۔یہی امید اور رجائیت ان کی طبیعت میں رچ بس گئی اور تحریک کو آگے بڑھانے میں مددگار ثابت ہوئی۔وہ دین جو مکہ میں مغلوب اور ختم ہونے کے قریب نظر آتا تھا، مستقبل میں عرب و عجم اور آگے بڑھ کر ساری دنیا میں حکمران ہوا۔وہ نظام جسے کفار مٹانے کے درپے تھے، آخرکار چند مٹھی بھر افراد کی کوششوں سے دنیا پر غالب آیا۔

یہ سب رسول اللہ ﷺ کی بہترین تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا۔ان کی اعلی سیرت و کردار کا نمونہ ہے جو آج بھی ہمارے لئے موجود ہے اور ہمیں دعوت دے رہا ہے کہ ہم اس پر عمل کریں، اس کا حق ادا کریں اور آگے بڑھ کر کامیابیوں سے ہم کنار ہو جائیں[21]۔

سیاسی اغراض و مقاصد

انتقامی رویوں کے اسباب میں سے ایک سبب سیاسی اغراض و مقاصد ہے۔یہ وہ بے بنیاد، غیر اخلاقی، یا خود غرضانہ مقاصد ہیں جو بعض افراد یا گروہوں کی جانب سے اپنے فوائد کے لیے اپنائے جاتے ہیں:

---

18 - دیکھئے: البُستي،محمد بن حبان،صحيح ابن حبان ،ذِكْرُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ اسْتِعْمَالُ الْمُهَادَنَةِ، تحقيق: شعيب الأرنؤوط ، مؤسسة الرسالة ،بيروت ، 1993م،حديث: 4872، ج11،ص216.

19 - دیکھئے: سنن ابن ماجه،بَابُ مَثَلُ الدُّنْيَا،حديث: 4111 -

20 - حضرت خباب کی وہ مشہور شکایت کتب حدیث کی زینت بنی ہوئی ہے۔آپ ﷺ کعبہ شریف کے سایہ میں ٹیک لگائے ہوئے ہیں، وہ اس حالت میں بارگاہ رسالت ﷺ سے نصرت کے خواست گار ہوتے ہیں، لیکن آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تم جلدی کرتے ہو وقت آئے گا«يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى حَضْرَمَوْتَ لَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَالذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ، **صحیح بخاری** ،بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بِمَكَّةَ ،ح:3852۔

21۔ مہناز ناظم، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہترین تعلیم اور تربیت،
https://www.jasarat.com/blog/2021/10/25/mehnaz_nazim

- بعض سیاستدان صرف اپنی ذاتی اختیار کو بڑھانے کے لیے غیر اخلاقی حربے اپناتے ہیں، جیسے دھوکہ دہی یا عوام کو گمراہ کرنا۔
- مخالفین کے کردار کو داغدار کرنے یا انہیں نقصان پہنچانے کے لیے بے بنیاد الزامات یا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ سیاست میں بعض افراد یا جماعتیں صرف اپنے مفادات کے حصول کے لیے عوامی مسائل کو نظر انداز کرتے ہیں۔
- مذہبی، نسلی، یا معاشرتی بنیادوں پر نفرت کی سیاست کرنا، تاکہ اپنی بنیاد کو مضبوط کر سکے، جو نہایت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔
- عوامی وسائل کو اپنے سیاسی حامیوں کے مفادات میں استعمال کرنا، جس سے عوام کو فائدہ نہیں ملتا۔
- اپنی سیاسی بقاء کے لیے معاشرتی تقسیم اور لڑائیوں کو بڑھاوا دینا، جس سے معاشرتی ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے۔
- عوام کو بنیادی سہولیات فراہم نہ کرنا، جبکہ خود عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا[22]۔

سیاسی اغراض و مقاصد میں انتقام کا عنصر انسانی نفسیات، طاقت کی سیاست، اور سماجی تعلقات کی پیچیدگیوں سے متاثر ہوتا ہے۔ یہ عمل نہ صرف سیاسی جماعتوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے بلکہ اس کا اثر عوامی زندگی، معاشرتی ہم آہنگی، اور قومی ترقی پر بھی پڑتا ہے۔ اس لیے ایک صحت مند سیاسی نظام میں انتقام کی جگہ سمجھوتہ، افہام و تفہیم، اور معاشرتی انصاف کو فروغ دینا ضروری ہے۔ ان خسیس مقاصد کی روک تھام کے لیے عوامی شعور، شفافیت، اور انصاف کی ضرورت ہے۔ سیاستدانوں کو اپنے اعمال کا جوابدہ ہونا چاہیے، اور عوام کو بھی اپنی سیاسی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے تاکہ بہتر معاشرتی نظام قائم کیا جا سکے۔

سیاست کی حقیقت اور معاشرے کے آلودہ اثرات

سب سے پہلے تو یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ "Politics" (سیاست) کو ہمارے ہاں عوامی سطح پر نہایت متہم کر دیا گیا ہے۔ ایک طرف مخصوص حلقوں کی جانب سے سیاست دانوں کی ایسی بھیانک تصویر کشی کی گئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو سیاستدان پیش کرنا آپ کی تقدیس کے منافی نظر آتا ہے۔ دوسری جانب سیاست کی منزل اور راستہ دونوں اقتدار اور طاقت سے تکمیل پاتے ہیں، "Power Dynamics" (طاقت کی حرکیات) کے کچھ اپنے تقاضے ہیں جن کو "Moral Principles" (اخلاقی بنیادوں) پر اُستوار کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہو گیا ہے، اس بنا پر سیاست اور اسلام کا ملاپ معرضِ بحث بن جاتا ہے، مگر یاد رکھیے کہ "سیاست" کی اَساس انسانوں کے اجتماعی نظم و نسق کی بہتری اور کمزوروں کی اصلاح، سماجی فلاح و بہبود سے عبارت ہے۔ آپ ﷺ کی ہدایات وارشادات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سابق اُمتوں میں پیغمبر یہ کام سرانجام دیتے آئے ہیں[23]، لیکن یہاں امر بھی بالکل واضح رہنا چاہیے کہ پیغمبر اپنی حقیقت کے اعتبار سے سیاسی لیڈر نہیں ہوتا، بلکہ وہ اللہ کے ازلی و سرمدی کا پیام کا داعی ہوتا ہے، کسی دینی ضرورت کی انجام دہی کے لیے وہ سیاست کے میدان میں قدم رکھتا ہے، لیکن اس کی تعلیمات کے اغراض و مقاصد سیاست کے تنگنائے میں محدود نہیں ہوتے، دینی تعلیمات کا محور سیاسی کامیابیاں قرار دینا بجائے خود ایک فکری مغالطہ ہے۔

سیاست کا اصل اسلامی مقام یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلمانوں کو موقع و قدرت سے نوازا جائے، وہاں آپ ﷺ کے بیان کردہ سیاسی و ریاستی احکامات پر عمل کرنے کے وہ پابند ہوں گے[24]، جیسا کہ قرآن کریم کی آیت کا مفہوم ہے کہ :

22۔ ڈاکٹر فرید احمد، سیاسیات کی بنیادیں، ناشر: مکتبہ دار لسلام، ص:254

23۔ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي،صحيح مسلم،بَاب وُجُوبِ الْوَفَاءِ بِبَيْعَةِ الْخُلَفَاءِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ ،ح:3429۔

24۔ بنوری، سید احمد یوسف، مولانا سیرتِ سرورِ دو عالم ﷺ کی سیاسیاتِ مدنیہ کے کچھ پہلو، مورخہ 9، مارچ 2023ء۔ ص۔876

(یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکاۃ دیں اور دوسروں کو بھی نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں)۔

سیاسی اغراض و مقاصد اور قرآن کریم کی رہنمائی

قرآن کریم میں خسیس سیاسی اغراض و مقاصد کا واضح ذکر موجود ہے، جو کہ اسلامی ریاست کی بنیاد، عدل و انصاف، معاشرتی بہتری، اور انسانی حقوق کی پاسداری پر زور دیتے ہیں۔ یہ تعلیمات ایک مؤثر اور خوشحال سیاسی نظام کے قیام کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں، جو کہ فرد اور معاشرہ دونوں کی بھلائی کے لیے ضروری ہیں۔

1. **عدل وانصاف** قرآن میں بار بار عدل کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے احکام کی پابندی) کے لیے ہر وقت تیار ہو (اور) انصاف کی گواہی دینے والے ہو، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو۔ انصاف سے کام لو، یہی طریقہ تقوی سے قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقینا تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے)(25)۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ سیاسی نظام میں انصاف کا قیام سب سے بڑا مقصد ہونا چاہیے۔

2. **معاشرتی بہتری:** قرآن کا پیغام لوگوں کی فلاح و بہبود ہے۔ معاشرتی بہتری کے لیے مختلف قوانین و اصول مقرر کیے گئے ہیں، جن میں زکوۃ، صدقہ، اور دیگر معاشرتی ذمہ داریاں شامل ہیں۔

(اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے مت کھاؤ اور نہ انھیں حاکموں کی طرف لے جاؤ، تاکہ لوگوں کے مالوں میں سے ایک حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو)(26)۔

3. **اجتماعی رہنمائی:** قرآن میں مسلمانوں کو اجتماعی طور پر رہنمائی کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ یہ ایک سیاسی عمل ہے، جس کا مقصد اسلامی معاشرے کو بہتر بنانا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(اور تم میں سے ایک جماعت کا ایسا ہونا ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، اور برائی سے منع کرے)(27)۔

4. **اصولوں کی پاسداری:** قرآن حکیم میں واضح طور پر سیاسی نظام کو اسلامی اصولوں کے مطابق چلانا ضروری قرار دیا ہے، جیسا کہ حکم باری تعالیٰ ہے:

اور جو اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کرے، وہی لوگ ہیں جو فاسق ہیں(28)۔

5. **مفاہمت اور صلح:** قرآن میں مختلف مقامات پر صلح اور مفاہمت کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے، جو کہ سیاسی مقاصد میں شامل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو، پس اگر ایک ان میں دوسرے پر ظلم کرے تو اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے، پھر اگر وہ رجوع کرے تو ان دونوں میں انصاف سے صلح کرا دو

---

25 - سورۃ المائدہ: آیت 8

26- سورۃ البقرہ: 188

27- سورۃ آل عمران: 104

28- سورۃ المائدہ: 47

اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے[29]۔

6. **خود مختاری اور آزادی:** قرآن میں واضح طور پر انسان کی خود مختاری کا ذکر کیا گیا ہے، جو کہ سیاسی نظام میں افراد کی آزادی کے حوالے سے اہم اقدام ہے، جسے آج دنیا میں انسانی ضمیر کی آواز سمجھا جاتا ہے۔

(دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے)[30]۔

7. **عالمی تعلقات:** قرآن میں دوسرے لوگوں کے ساتھ اچھے تعلقات کی اہمیت کو بھی بیان کیا گیا ہے، جو کہ بین الاقوامی سیاست اور تعلقات میں ایک اہم امر ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اس بات سے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے)[31]۔

8. **انتقام کی اجازت:** قرآن میں انتقام کی اجازت دی گئی ہے، لیکن یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب یہ عدل و انصاف کے اصولوں کے تحت ہو۔

(اے ایمان والو! مقتولوں میں برابری کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے، آزاد بدلے آزاد کے اور غلام بدلے غلام کے)[32]۔

یہ آیت یہ واضح کرتی ہے کہ انتقام صرف اسی صورت میں جائز ہے جب یہ ضرورت ہو، لیکن معافی کو ترجیح دینا بہتر ہے۔

9. **اجتماعی انتقام:** کبھی کبھار اجتماعی طور پر انتقام کی بات کی جاتی ہے، خاص طور پر جب ایک قوم یا گروہ نے دوسرے گروہ کے خلاف ظلم کیا ہو۔ یہ چیز اجتماعی ذمہ داری کے تحت آتی ہے۔

(اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ، ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے)[33]۔

یہاں یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر کسی قوم کے ساتھ ظلم ہو رہا ہو تو اس کا جواب دینا ایک سیاسی ذمہ داری بن جاتی ہے۔

10. **اخلاقی انتقام:** انتقام کا ایک اخلاقی پہلو بھی ہے، جس کا مقصد انصاف کا قیام ہے۔ قرآن میں اللہ کی جانب سے ظلم کا بدلہ لینا اس بات کا ثبوت ہے کہ ظلم کا جواب دینا ضروری ہے، معاشرہ بتدریج تباہی سے دوچار ہو گی، لیکن زیادتی کسی صورت جائز نہیں۔

(اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)[34]۔

قرآن کریم میں انتقام کا تصور بنیادی طور پر عدل، انصاف، اور اخلاقی اقدار کے دائرے میں رہنے کا پابند نظر آتا ہے۔ خسیس سیاسی اغراض و مقاصد میں انتقام کا استعمال اسی وقت جائز ہے، جب وہ ظلم کا جواب دینے کے لیے ہو اور اس میں معافی اور ہمدردی کی کوششوں کو بھی شامل کیا جائے۔ قرآن میں انتقام کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی معافی اور درگزر کی تعلیم بھی دی گئی

29۔ سورۃ الحجرات:9
30۔ سورۃ البقرۃ:256
31۔ سورۃ الممتحنۃ:8
32۔ سورۃ البقرہ:178
33۔ سورۃ التوبہ:73
34۔ سورۃ البقرہ:190

سماجی ناہمواری اور بیرونی مداخلت کے اثرات میں انتقام کے جذبات کسی بھی ملک کی ترقی اور استحکام کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ ان مسائل کا مؤثر حل تلاش کرنے کے لیے ضروری ہے کہ معاشرتی انصاف کو فروغ دیا جائے، اقتصادی مواقع فراہم کیے جائیں اور سیاسی شمولیت کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اس کے علاوہ، بین الاقوامی تعلقات میں بات چیت اور تعاون کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے تاکہ انتقامی جذبات کو کم کیا جا سکے[35]۔

سماجی ناہمواری اور بیرونی مداخلت کے اثرات: سیرت نبوی میں اس کا علاج

سماجی انصاف کا قیام: نبی اکرم ﷺ نے اپنی دعوت کے آغاز میں سماجی انصاف پر زور دیا، قریش جیسے دیگر قبائل میں موجود سماجی ناہمواریوں کا خاتمہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، اور ہمیشہ مظلوموں کے حقوق کے تحفظ اور ان کی مدد کرنے کی ترغیب دی، جیسا کہ حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

(بیشک اللہ کی نظر میں سب سے پسندیدہ لوگ وہ ہیں، جو دوسروں کے لیے فائدہ مند ہوتے ہیں)۔[36]

یہ بیان اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سماجی ناہمواری کو دور کرنے کے لیے آپ ﷺ نے ہمیشہ معاشرتی انصاف کی بات کی۔

صبر اور برداشت

نبی کی زندگی میں ہمیں کئی مواقع پر یہ نظر آتا ہے کہ آپ نے ظلم و ستم کے باوجود صبر کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے مکہ میں اپنی قوم کی جانب سے کی جانے والی زیادتیوں کے باوجود انتقام نہیں لیا۔ جب آپ کو مکہ میں سختیوں کا سامنا تھا، تو آپ نے اپنی تعلیمات کو جاری رکھا اور دعا کی۔

(اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما، کیونکہ وہ نہیں جانتے[37]۔)

بیرونی مداخلت کا سامنا

آپ نے اپنی زندگی کے دوران کئی بار بیرونی طاقتوں کی مداخلت کا سامنا کیا، جیسے کہ یثرب (مدینہ) میں موجود قبائل کا معاملہ۔ آپ نے مختلف قبائل کے درمیان اتحاد قائم کیا اور انہیں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کی ترغیب دی۔ جب آپ نے مدینہ پہنچ کر مختلف قبائل کے درمیان **"میثاق مدینہ"** قائم کیا، تو آپ نے یہ واضح کیا کہ تمام قبائل ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں گے، اور کسی بھی بیرونی مداخلت کے خلاف متحد ہوں گے[38]۔

تعمیر سماج اور تعلیمات کی تشہیر

نبی اکرم نے اپنے پیغام کے ذریعے سماجی ناہمواری اور بیرونی مداخلت کے خلاف جہاد کیا۔ آپ نے معاشرتی عدل و انصاف کے اصولوں کی تعلیم دی۔ بطور مثال آپ نے فرمایا:

(مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے[39]۔)

---

35 ۔ ڈاکٹر شہباز احمد، عالمی سیاست اور بیرونی مداخلت، جامعہ پنجاب لاہور، ص: 89

36 ۔ صهيب عبد الجبار ، الجامع الصحيح للسنن والمسانيد، تاريخ النشر، ج8، ص71

37 ۔ صحیح بخاری، انصار کے مناقب، باب: نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا، ح 3911

38 ۔ محمد بن اسحاق بن یسار، سیرت ابن ہشام، ناشر: دار السلام، ج2، ص: 342

39 ۔ صحیح بخاری، باب: لمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ فَاحِشًا وَلاَ مُتَفَحِّشًا، ح 6030

سیرت النبی میں سماجی ناہمواری، بیرونی مداخلت، اور انتقام کے اثرات کا تجزیہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہمیں انصاف، صبر، اور برداشت کے اصولوں پر عمل کرنا چاہیے۔ انتقام کے بجائے معافی، انسانی حقوق کی حفاظت، اور معاشرتی انصاف کے قیام کی ضرورت ہے۔ یہ اصول آج کے دور میں بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے کہ آپ کے زمانے میں تھے، اور ہمیں ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے تاکہ ہم ایک منصفانہ اور باہمی احترام پر مبنی معاشرہ تشکیل دے سکیں۔

صلہ رحمی

صلہ رحمی کے لغوی معنی: عربی زبان میں "صلہ" کا مادہ "وصل" ہے۔ جس کے کئی معنی ہیں، جیسے وہ شے جو کسی کو دی جائے، انعام، نیکی اور احسان بھی صلہ کہلاتا ہے۔ رحم، عربی زبان میں قرابت اور رشتہ داری کے لئے استعارے کے طور پر استعمال ہوتا ہے[40]۔

صلہ رحمی کے اصطلاحی معنی: صلہ رحمی سے مراد ہے اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھے اور بہتر تعلقات قائم کرنا، آپس میں اتفاق و اتحاد سے رہنا، دکھ، درد، خوشی اور غمی میں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ چلنا، آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ رکھنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ[41]

(جو اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے توڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں)۔

صلہ رحمی پر سکون معاشرے کی ضرورت

رشتوں کو جوڑنے والوں کیلئے باغات، اچھا انجام اور سلامتی کی خوشخبری ہے، رشتے داروں کی بے اعتنائی، ناشکری اور زیادتی کے باوجود ان سے حُسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، بیشک سب نیکیوں میں جلد تر ثواب پانے والا عمل صلہ رحمی ہے۔

فَـَٔاتِ ذَا ٱلْقُرْبَىٰ حَقَّهُۥ وَٱلْمِسْكِينَ وَٱبْنَ ٱلسَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ ٱللَّهِ ۖ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ[42]۔

رشتے داروں کو ان کا حق دو، اور مساکین و مسافروں کو بھی ان کا حق دو، یہ بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو خدا کی رضا چاہتے ہیں، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

صلہ رحمی کب کی جائے؟: عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ صلہ رحمی برابری کے ساتھ ہونی چاہیے۔ اگر کوئی رشتے دار اچھا سلوک کرے تو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے اور جس کا سلوک اچھا نہ ہو تو اس سے تعلق رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حالانکہ صلہ رحمی کا تصور یہ نہیں ہے۔ نبی کریم نے تو یہ تعلیم دی ہے کہ جو قطع رحمی کرے اس کے ساتھ بنا کر رکھنا صلہ رحمی کہلاتا ہے۔

عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

40۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن، دارالسلام، ج: 5، ص 26

41۔ سورۃ البقرۃ: 27

42۔ سورۃ الروم: 38

صلہ رحمی وہ نہیں کرتا جو صرف صلہ رحمی کرنے والوں ہی سے بنا کر رکھے، صلہ رحمی تو وہ کرتا ہے کہ جب قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے[43]۔

صلہ رحمی کی فضیلت

صلہ رحمی ایمان کا تقاضا ہے، جیسا کہ آپؐ نے فرمایا: جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے[44]۔"

صلہ رحمی سے عمر اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ "انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے یہ بات پسند ہے کہ اس کا رزق فراخ اور عمر دراز ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے[45]۔"

صلہ رحمی سے اللہ تعالی کا تقرب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ آپؐ نے فرمایا:

"اللہ تعالی جب مخلوق کی تخلیق سے فارغ ہوئے تو رحم نے کہا: یہ قطع رحمی سے تیری پناہ مانگنے کا مقام ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ہاں کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے گا، اسے میں جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا، اسے میں توڑوں گا۔ کہا: کیوں نہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا: تو اب ایسے ہی ہو گا[46]۔"

صلہ رحمی جنت میں داخلے کا بڑا سبب ہے، جیسا کہ ابو ایوب انصاری روایت کرتے ہیں:

کہ ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ دو اور صلہ رحمی کرو[47]۔

صلہ رحمی کی اہمیت اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات

بہت ساری احادیث مبارکہ جن میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو صلہ رحمی کی تعلیم دی، کبھی تو یہ تعلیمات آپ ﷺ نے صلہ رحمی کی اہمیت اجاگر کر کے دیں، تو کبھی صلہ رحمی اور دینِ اسلام کے درمیان ایک مضبوط تعلق بتلا کر دیں، تو کبھی بذاتِ خود اپنے قریبی رشتہ داروں کی خدمت کر کے ان تعلیمات سے ہمیں روشناس کیا۔ امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں:

رحم یعنی رشتہ داری عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جس نے مجھے جوڑ دیا، اللہ رب العزت اس کو جوڑ دے گا، اور جس نے مجھے توڑ دیا اللہ رب العزت اسے توڑ دے گا[48]۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی ایک فعلی حدیث ہے جس کے راوی حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ ہیں، وہ فرماتے ہیں:

---

43 ۔ صحیح البخاري: كِتَابُ الأَدَبِ ،بَابٌ: لَيْسَ الوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، ح:5911

44 ۔ صحیح بخاری، بَابُ إِكْرَامِ الضَّيْفِ، وَخِدْمَتِهِ إِيَّاهُ بِنَفْسِهِ، 6138

45 ۔ صحیح بخاری ،بَابُ:مَنْ بُسِطَ لَهُ فِي الرِّزْقِ بِصِلَةِ الرَّحِمِ، ح5986

46 - صحیح بخاری، **بَابُ :مَنْ وَصَلَ وَصَلَهُ اللَّهُ** ،ح5987

47 ۔ صحیح بخاری، **باب:فَضْلِ صِلَةِ الرَّحِمِ**، ح 5983

48 - مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم ، **كِتَاب:الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ**، باب:**صِلَةِ الرَّحِمِ وَتَحْرِيمِ قَطِيعَتِهَا**، ح:6611

میں نے جعرانہ میں نبی کریم کو دیکھا کہ رسول اللہ گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اچانک ایک عورت آئیں، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ کے قریب پہنچی تو آپ نے اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھا دی، سو وہ اس پر بیٹھ گئیں، میں نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ کی وہ ماں ہے، جنہوں نے آپ کو دودھ پلایا تھا(49)۔

رسول اللہ نے فرمایا:

جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور عمر میں برکت ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرے(50)۔

حدیث مبارک میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تین صفات ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں بھی ہوں اللہ تعالی اس سے آسان حساب لے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ! کن (صفات والوں) کو؟ آپ نے فرمایا: جو تجھے محروم کرے تو اسے عطا کر، جو تُجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر، اور جو تجھ سے (رشتہ داری اور تعلق) توڑے تو اس سے جوڑ۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر میں یہ کام کر لوں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: تجھ سے حساب آسان لیا جائے گا اور تجھے اللہ تعالی اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرما دے گا(51)۔

قطع رحمی پر وعید

اللہ تعالی کا ارشاد ہے "جو لوگ اللہ کے عہد کو اس سے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں، اور اس (تعلق) کو کاٹتے ہیں جس کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں"(52)۔

﴿لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ﴾(53)

"قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

قطع رحمی اللہ تعالی کی ناراضگی اور لعنت کا سبب بنتی ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالی ہے۔

"تو (اے منافقو) اگر تم (پیغمبر کا کہنا) نہ مانو۔ (یا تم کو حکومت مل جائے) تو تم سے یہی توقع ہے کہ تم (جاہلیت کے زمانہ کی طرح پھر) ملک میں دھندمچاؤ گے اور ناطے توڑو گے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان کو (سچی بات سننے سے) بہرہ کر دیا ہے اور (سیدھا راستہ دیکھنے سے) ان کی آنکھوں کو اندھا بنا دیا ہے۔"(54)

اس سے معلوم ہوا کہ زمین میں فساد پھیلانے اور قطع رحمی کرنے سے اللہ تعالی لعنت ڈالتے اور دیگر بہت سی سزائیں دیتے ہیں۔

عفو و درگزر

لغوی معنی: عفو عربی زبان کا ایک لفظ ہے جس کے معانی معاف کرنا، بخش دینا، درگزر کرنا، بدلہ نہ لینا اور گناہ پر پردہ ڈالنے کے ہیں۔

---

49 ۔ أبو داود ،سليمان ابن الأشعث السجستاني ، السنن،"كتاب الأدب" الناشر: المكتبة العصرية، ص:457

50 ۔ صحيح البخاري،باب :من بسط له في الرزق بصلة الرحم،ح:5986

51 ۔ حافظ ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الحکم ،المستدرک علی الصحیحین، ح:3912

52 ۔ سورۃالبقرہ: 27

53 ۔ صحيح البخاري: كِتَابُ الأَدَبِ ،بَابُ :إِثْمِ القَاطِعِ،ح:5984

54 ۔ سورۃ محمد:23

اصطلاحی تعریف: جس کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ مجرم، خطاکار اور سزا و عذاب کے مستحق کو معاف کرنے والا اور اس کی نافرمانیوں، خطاؤں اور گناہوں سے در گزر کرنے والا۔ جرم، غلطی اور نافرمانی کے باوجود سخت برتاؤ کے بہ جائے نرمی و محبت سے پیش آنے والا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر ارشاد فرمایا ہے:

اے محبوب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔[55]

"اگر تم معاف کر دو، در گزر کرو اور چشم پوشی سے کام لو پس بے شک اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے"[56]۔

عفو و در گزر خدائی صفت: دوسروں کے قصور اور ان کی غلطیاں معاف کر دینا یہ خدا کی صفت ہے اور یہی صفت خدا اپنے بندوں میں بھی دیکھنا چاہتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اہلِ ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے اس انداز میں ذکر کیا ہے کہ:

"پس معاف کر دو اور در گزر کرو کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے، اور اللہ تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے"[57]۔

یعنی جو معاملہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا وہی برتاؤ تم دوسروں کے ساتھ کرو اور معافی کی اس صفت کو اپنے اندر پیدا کرو۔ آیت مبارکہ میں اللہ نے دوسروں کے قصور معاف کر دینے پر ابھارا ہے اور اس کے لئے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ معاف کر دینے والے کو اللہ بھی معاف کر دیتا ہے۔

اس کی مزید وضاحت اللہ کے رسول کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم مخلوق پر رحم کرو تو تم پر رحم کیا جائے گا اور تم لوگوں کو معاف کر دو اللہ تمہیں معاف کر دے گا"۔

عفو و در گزر سماجی رویوں کی تبدیلی کا عظیم تریاق ہے

1۔ کھلے دل سے معاف کرنا: یہ خدائی حکم آپ ﷺ سے یوں مخاطب ہے:

وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ، فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ[58]۔

اور یقیناً قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، سو (اے اخلاقِ مجسّم!) آپ بڑے حسن و خوبی کے ساتھ در گزر کرتے رہئے۔

اس آیت میں ہمیں یہ یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ اس دنیا اور زمین پر ہمارا وقت محدود ہے۔ اس لیے ہمیں در گزر کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ہماری خطاؤں اور ہمارے گناہوں کو معاف کر دیں تو ہمیں بھی بدلے میں اپنے دوست بھائیوں اور بہنوں کو معاف کرنے کی روش اپنانی چاہیے۔

2۔ مفاہمت کا انعام: انتقام تو لیا جا سکتا ہے، تاہم معافی بڑی عالی ظرفی اور پسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ[59]۔

"اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پس جس نے معاف کر دیا اور صلح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، بے شک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

---

55 ۔ سورۃ الاعراف: 199

56 ۔ سورۃ التغابن: 14

57 ۔ سورۃ النور: 22

58 ۔ سورۃ الحجر: 85

59 ۔ سورۃ اشوریٰ: 40

اس آیت میں اللہ پاک ہمیں یہ سمجھا رہے ہیں کہ اللہ پاک صرف انہی لوگوں کو نوازے اور معاف کرے گا جو معافی کے قابل ہوں گے۔ اگرچہ بعض اوقات ایسا کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے تاہم ہمیں مفاہمت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ایسے لوگوں کو بھی معاف کر دینا چاہیے جن کو معاف کرنا ہمارے لے بہت مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمیں یہ اپنے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کرنا ہوتا ہے۔

3۔ صبر اور معافی لائق تحسین ہیں امور ہیں، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ [60]۔

اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ صابر ہونا اور معاف کرنے کے قابل ہونا ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ اگر ہم واقعی ایک متحد امہ میں رہتے ہیں تو ہمیں ہے لحظہ مفاہمت کی کوشش کرنی چاہیے اور عفوودرگزر کے ذریعے معاشرے کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

4. معاف کرنا اللہ پر یقین کی علامت ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ [61]۔

پھر اللہ کی رحمت کے سبب سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا، اور اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو البتہ تیرے گرد سے بھاگ جاتے، پس انہیں معاف کر دے اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر، پھر جب تو اس کام کا ارادہ کر چکا تو اللہ پر بھروسہ کر، بے شک اللہ توکل کرنے والے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

اللہ کی نظروں میں خلوص نیت سے معاف کرنا در حقیقت اللہ پر ایمان رکھنا ہے۔ ہمیں اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے اور یاد رکھیں ہمارے اعمال کا فیصلہ کرنے والا صرف اللہ ہی ہے۔ اس لیے ہمیں اس بات پر کامل یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ ہمیں اس چیز سے نواز دے گا جس کے ہم مستحق ہیں۔

5. کیا ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ ہمیں معاف کر دے؟

اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [62]۔

کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے، اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

بالکل اسی طرح جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں معاف کر دے اور ہمارے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمائے، ہمیں بھی اپنی زندگیوں میں اسی طرح رحم اور معافی کا عمل کرنا چاہیے اور یہ وہ کم از کم معیار ہے کہ ہم اللہ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔

دشمنوں سے عفوودرگزر: دشمن سے انتقام لینا اور خاص کر دشمن بھی ایسا جس نے بھرپور دشمنی کی ہو۔ لہو کا پیاسا، ساری زندگی دکھ دینے والا ہر دم گھات میں رہنے والا، اس کے لگائے ہوئے زخم مسلسل رس رہے ہوں۔ ساری زندگی چین سے نہ بیٹھنے دیا ہو۔ ایسے آدمی سے انتقام لینا فطری تقاضا ہے۔ ایسے دشمن کو اس وقت معاف کرنا اور درگزر کرنا، بدلہ نہ لینا جبکہ بدلہ لینے کی پوری طاقت بھی ہو اور حالات بھی مددگار ہوں۔ ایسی صورت میں ایسے دشمن کو معاف کرنا کتنی بڑی عظمت کی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[60] - سورة الشورىٰ:43

[61] - سورة آل عمران:159

[62] - سورة النور:22

"طاقتور وہ نہیں جو مد مقابل کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہوتا ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے "[63]۔

"وہ غصہ کو پی لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں "[64]۔

رسول اللہ اس آیت کی مجسم تفسیر تھے۔ طعنے دینے والوں مجنوں اور جادو گر کہنے والوں، راہ چلتے ہوئے اوپر سے سر مبارک میں گند گی پھینکنے والوں بلکہ خون کے پیاسوں کو جس طرح عفوو در گزر سے آپ نے نوازا وہ آپ کی ہستی کا ہی خاصہ ہے۔ آپ کی زندگی کے ایسے چند ایک واقعات پیش خدمت ہیں۔

سرداران قریش کو معاف کرنا

فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت بلال کو رسول اللہ نے اذان دینے کا حکم دیا۔ سرداران قریش میں سے ابو سفیان عتاب وخالد بن اُسید حارث بن ہشام وغیرہ بیت اللہ کے صحن میں موجود تھے۔ عتاب اور خالد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے والد کی بڑی عزت رکھی کہ وہ اس اذان کی آواز کو سننے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ حارث نے کہا خدا کی قسم! اگر مجھے یقین ہو جائے کہ آپ حق پر ہیں تو میں اُن کی اطاعت میں آجاؤں۔ ابو سفیان نے کہا کہ میں خاموشی اختیار کرتا ہوں اور اپنی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالنا چاہتا۔ کیونکہ میرے منہ سے نکلی ہوئی بات کے متعلق یہ سنگریزے بھی آپ کو باخبر کردیں گے اسی اثنا میں رسول اللہ ادھر سے گزرے تو آپ نے ان سرداروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمھاری گفتگو کے بارے میں مجھے اطلاع مل چکی ہے آپ نے ان کی ساری گفتگو کو دہرا دیا۔ حارث اور عتاب نے فوراً آپ کی رسالت کا اقرار لیا۔ مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ نے عتاب کو مکہ کا والی مقرر کر دیا[65]۔

طائف کا واقعہ

ابو طالب کی وفات کے بعد رسول کریم کو قریش مکہ نے اتنا ستایا کہ آپ نے مکہ کو چھوڑ کر طائف کا ارادہ فرمایا تاکہ وہاں جا کر ان کو دائرہ اسلام میں لانے کی کوشش کریں۔ ثقیف کے تین سردار جو کے آپس میں بھائی تھے ان کے ہاں تشریف لے گئے اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ لیکن ان کی طرف سے کوئی حوصلہ افزا جواب نہ ملا بلکہ انھوں نے اوباش قسم کے لوگوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا انھوں نے آپ پر پتھروں کی بارش کر دی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ کے پاؤں مبارک کا نشانہ لے لے کر پتھر مارتے تھے۔ جس سے آپ کے دونوں پاؤں مبارک خون آلود ہوگئے۔ اسی زخمی حالت میں ربیعہ کے دو بیٹوں عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ لی۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اپنا چہرہ جھکائے بے حد غم کی حالت میں بیٹھا تھا اور مجھے کوئی ہوش نہ تھا۔ اچانک میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو میں دیکھتا ہوں کہ ایک بادل مجھ پر سایہ فگن ہے۔ میں نے اس میں جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا جو مجھے پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ اللہ رب العالمین نے ان لوگوں کی ساری باتوں کو سن لیا ہے اور آپ کی مدد کے لئے پہاڑوں والے فرشتوں کو بھیجا ہے۔ آپ اسے جو حکم فرمائیں گے وہ پورا کرے گا۔ پھر اس فرشتے نے مجھے سلام کیا اور فرمایا:

"اے محمد ﷺ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے بارے میں آپ ﷺ کی قوم کی ساری گفتگو کو سن لیا ہے اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ آپ کے رب نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ ان لوگوں کے بارے میں آپ جو ارشاد فرمائیں اسے بجالاؤں۔ اگر آ

---

63 - صحیح البخاری، كِتَاب الْأَدَبِ، بَابُ:الْحَذَرِ مِنَ الْغَضَبِ، ح: 6114

64 - سورۃ آل عمران:134

65 - حافظ عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، اردو ترجمہ :البدایہ والنہایہ، ناشر :دار الاشاعت کراچی، ج:5، ص:430

پ چاہیں تو ان سب کو ان دونوں پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں "لیکن آپ نے فرمایا" میں اللہ کی ذات سے امید کرتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا فرمائے جو اللہ کی توحید کا اقرار کریں گے اور شرک سے باز رہیں گے "[66]

یہودیہ کا آپ کو زہر دینا

فتح خیبر کے بعد چند روز آپ وہیں قیام پذیر رہے اس دوران زینب بنت حارث نے ایک بھنی ہوئی زہر آلود بکری ہدیہ کے طور پر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کی۔ آپ نے چکھتے ہی کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ آپ نے اپنے ساتھی بشیر بن براء بن معرور کو بھی کھانے سے منع کر دیا جبکہ وہ کچھ کھا چکے تھے۔ یہودیہ عورت (زینب) کو بلا کر تحقیق کی گئی تو اس نے جرم کا اعتراف کر لیا اور کہا کہ میں نے اس لیے ایسا کیا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اللہ تعالی آپ کو ضرور اطلاع فرمادیں گے اور اگر آپ سچے نبی نہیں ہیں تو لوگ آپ سے نجات پاجائیں گے۔ آپ نے اس سے زیادہ بازپرس نہیں فرمائی کیونکہ آپ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے۔ لیکن آپ کے ساتھی پر زہر نے اثر کیا جس کی وجہ سے وہ انتقال کر گئے تو آپ نے زینب کو اس کے قصاص میں قتل کر دیا بیہقی کی روایت کے مطابق زینب اپنے جرم کا اقرار کرنے کے بعد اسلام لے آئی اور تمام حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر کہنے لگی کہ مجھ پر آپ کا سچا ہونا واضح ہو چکا ہے اس لیے میں آپ کا دین قبول کرتی ہوں[67]۔

بدلہ لینے کا حکم

اگر کوئی اپنے اوپر ہونے والے ظلم اور زیادتی کا بدلہ لینا چاہے تو شریعت نے اس کی بھی اجازت دی ہے۔ لیکن وہ بدلہ بھی اتنا ہی ہونا چاہیے جتنا ظلم کیا گیا ہو۔ البتہ اس بدلے کو بھی قرآن نے ایک طرح سے برائی ہی کہا ہے کیوں کہ وہ برائی کے بدلے میں برائی ہی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جو معاف کر دینے کو ترجیح دیتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے اصلاح کرنے والا قرار دیا ہے اور اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔

وَجَزَآءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُه عَلَى اللّٰهِ اِنَّه لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ [68]

''برائی کا اسی مقدار میں برائی سے بدلہ دیا جائے لیکن جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے''

الغرض: اگر کوئی کسی کو معاف کر دیتا ہے تو یقیناً اس سے ضائع شدہ حقوق واپس نہیں آتے لیکن دلوں سے نفرت، کینہ، بغض اور کدورت اور دشمنی کے جذبات ختم ہو جاتے ہیں۔ انتقام لینے کا جذبہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، باہمی تعلقات میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو معاف کر دینے کا عمل ہی دراصل تمام افرادِ معاشرہ کو درپیش انفرادی و اجتماعی مسائل کے حل کا واحد راستہ ہے۔ معاف کرنا مشکل ہوتا ہے مگر اللہ پاک کے لیے معاف کرنا اس بات کی نشانی ہے کی آپ اللہ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔

عدل وانصاف

لغوی معنی: انصاف، دارگُستری، برابری، تسویہ، درمیانی راہ اختیار کرنا کے ہیں، جبکہ **اصطلاحی مفہوم:** انصاف اپنے وسیع تر سیاق وسباق میں حقیقی اور فلسفیانہ معاملے کے انجام پانے کا نام ہے جسے عدل کہا جاتا ہے۔ انصاف کا تصور متعدد زاویوں پر مبنی ہے، اس کے مختلف نقطہ نظر ہیں۔ ان میں اخلاق صحت، علیت، قانون، مذہب، مساوات اور غیر جانب داری شامل ہے۔

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِٱلْعَدْلِ [69]-

---

66 - صحیح مسلم، **كِتَاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ**. باب: مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَذَى الْمُشْرِكِينَ وَالْمُنَافِقِينَ، ح:4653

67 - امام ابن حجر عسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، مکتبہ امدادیہ ،ج:7، ص:380

68 - سورۃ الشوری: 40

69 - سورۃ النساء :19

"اور جب بھی تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔"

عدل وانصاف اور سیرت طیبہ میں اس کی عملیت

سرداران قریش کا تقاضا اور تقاضائے عدل: قریش اور عرب کے سرداروں نے حضور سے کہا: ہم تمہارے پاس کیسے آکر بیٹھیں 'تمہاری مجلس میں ہر وقت غریب' مفلس اور نچلے طبقے کے لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹاؤ تو ہم آکر بیٹھیں گے۔ مگر وہ نبی جو رنگ و نسل' خاک وخون کے بتوں کو توڑنے کے لئے آیے تھے، اُنھوں نے ان سرداروں کی خاطر غریبوں کو دھتکارنے سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ اس حقیقت کو نمایاں کرتاہے کہ آپ کی نظر میں ذات پات کی کوئی تمیز اور ادنی واعلیٰ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

واقعہ حجر اسود: حجر اسود کے واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ خانہ کعبہ کی دیواریں سیلاب کی وجہ سے گر چکی تھیں۔ تمام قبائل نے اُسے دوبارہ تعمیر کرنے میں یکساں کردار ادا کیا تھا۔ لیکن جب حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرنے کا موقعہ آیا تو ہر قبیلے کی یہی خواہش تھی کہ یہ شرف انہیں ہی نصیب ہو۔ اب قریب تھا کہ تلواریں میانوں سے باہر آجائیں، ہر طرف خون کی ندیاں بہنا شروع ہو جائیں۔ سمجھ دار لوگ اس معاملے کو نمٹانے کے لئے کعبہ میں جمع ہوئے اور طے پایا کہ کل جو شخص سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو اُسے حکم (جج) مان لیا جائے اور وہ جو فیصلہ کرے، وہ سب کے لئے قابل قبول ہوگا۔ اس تجویز پر سب رضامند ہو گئے۔ دوسرے دن سب نے دیکھا کہ 'الامین' ﷺ کعبہ میں سب سے پہلے داخل ہو رہے ہیں۔ سب پکارے اٹھے:

هذا محمد ، هذا الأمين قد رضينا به [70]

"لو، محمد ﷺ آگئے، ان کے فیصلہ پر تو ہم سب ہی خوش ہیں"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر میں حجر اسود کو رکھا اور سب قبیلوں کے سرداروں کے موقع دیا کہ چادر کو کونوں سے پکڑ کر اوپر اُٹھائیں اور اس نیکی کے کام میں شریک ہوں۔ جب مقدس پتھر اپنی مخصوص جگہ کے برابر پہنچ گیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اُسے اُٹھا کر دیوار میں نصب کر دیا۔ اس سے سب مطمئن ہو گئے، کسی کو شکایت کا موقعہ نہ ملا اور جس نے سنا آپ کی تعریف کی کیونکہ اس طرح تمام قبیلوں کی نمائندگی ہو گئی [71]۔

آج کا دنیائے عدل اور عدلِ محمد ﷺ

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی، وہ ایک امیر گھرانے کی خاتون تھی۔ سرداران قریش نے حضرت اسامہ کو بارگاہِ رسالت میں سفارش کے لئے بھیجا جنہیں آپ بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ حضور ﷺ قبیلہ کی عزت کا خیال کرتے ہوئے یقیناً سزا میں تخفیف کر دیں گے۔ اس کے برعکس جب حضور ﷺ نے حضرت اسامہ کی بات سنی تو آپ ﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

"تم سے پہلی قومیں اسی لیے ہلاک ہو گئیں کہ جب اُن میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اُسے چھوڑ دیتے تھے لیکن جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے تھے۔ اللہ کی قسم! محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"

یہ ہے انصاف کا وہ عالی قدر نمونہ کہ اگر مجرم فاطمہ بنتِ محمد ﷺ جیسی اپنی اولاد بھی ہو، تو اسے معاف نہ کیا جائے!۔

---

70 - "الشمائل المحمدية "للإمام الترمذي، حيث يتم ذكر هذه الأبيات في سياق مدح النبي صلى الله عليه وسلم، وخصوصًا في المواضع التي تتحدث عن صفات النبي وأمانته.

71 - ابوالفداء محمد بن عبدالملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام، مترجم: مولانا عبدالشکور، ناشر: مکتبہ دارالسلام، ج:1، ص:769

جس رب نے حضور اکرم کو دنیا میں انصاف کا حکم دے کر بھیجا تھا، وہ کیسے یہود کے مقدمات میں ناانصاف کر سکتا تھا،

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ، إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[72]

اے رسول ﷺ) جب آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل کے ساتھ فیصلہ کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کی زبان سے اس حکم کے نفاذ کا اعلان یوں کروایا: ﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ﴾[73]

"کہو! مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں"

دنیا میں کوئی عادل ایسا نہیں ہوگا جس کے عدل کی گواہی خود خالق کائنات نے دی ہو۔

نتائج وسفارشات

- انتقامی رویوں کا سماجی تعلقات پر برا اثر پڑتا ہے۔ جب فرد یا گروہ کسی دوسرے سے انتقام لیتا ہے، تو یہ اعتماد اور احترام کو کم کر دیتا ہے۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں، حضرت محمد ﷺ کا رویہ انتقام کی بجائے معافی اور درگزر کا تھا۔ اس طرح، ان کے کردار کی پیروی کرتے ہوئے معاشرے میں تعلقات میں بہتری آتی ہے، نفرت کم ہوتی ہے اور محبت بڑھتی ہے۔
- انتقامی رویے سماجی امن وسکون کے لیے خطرہ ثابت ہوتے ہیں۔ جب لوگ ایک دوسرے سے انتقام لیتے ہیں تو اس سے دشمنی، غصہ اور حالات کی پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں، جس سے معاشرتی ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے۔ سیرت طیبہ میں ہمیں یہ سکھایا جاتا ہے کہ بدلے کے بجائے صبر، حکمت اور حسن سلوک اختیار کرنا چاہیے، جو کہ سماجی امن کی ضمانت ہے۔
- انتقام کی سوچ اور عمل فرد کی شخصیت کو محدود کرتے ہیں اور معاشرتی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ سیرت طیبہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے مخالفین کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انتقام کے بجائے درگزر اور معافی کے ذریعے معاشرتی تعلقات کو مستحکم کیا جا سکتا ہے، جو کہ معاشرتی ترقی کی راہ ہموار کرتا ہے۔

---

72 - سورۃ مائدہ: 42

73 - سورۃ شوریٰ: 15